Quarterly Research Journal "Al-Qudwah", Volume 02, Issue 04, Oct-Dec 2024

AL-QUDWAH
ISSN(P): 2959-2062 / ISSN(E): 2959-2054
https://al-qudwah.com

اسلامی بینکنگ کے تناظر میں روایتی اسلامی اصولوں کی پابندی پر تنقید: ایک تحقیقی مطالعہ

An Exploration of the Adherence to Traditional Islamic Principles in Islamic Banking: A Critical Analysis "

ABSTRACT

This study critically evaluates the adherence of Islamic banking to traditional Islamic principles and its challenges in modern financial systems. Rooted in Shariah law, Islamic banking prohibits riba (interest), encourages equitable risk-sharing, and emphasizes partnership-based transactions such as mudarabah (profit-sharing), musharakah (joint ventures), and ijarah (leasing). These principles aim to create an ethical and socially responsible financial framework. However, the practical implementation of these principles often encounters significant obstacles. Legal and regulatory complexities, varying across jurisdictions, challenge the seamless integration of Shariah-compliant practices. Additionally, the global financial system's reliance on interest-based and debt-financing models creates structural misalignments that can place Islamic banks at a competitive disadvantage. The study also highlights the pivotal role of consumer awareness in the growth and adoption of Islamic banking. Limited understanding, insufficient education, and public skepticism hinder the effective dissemination of Islamic banking services, even for institutions striving to uphold strict compliance with Shariah principles. Through a balanced critique, this research acknowledges the efforts and innovations within Islamic banking while addressing compromises that may dilute its foundational values in pursuit of competitiveness. The study concludes with actionable recommendations, such as enhanced Shariah board training, regulatory collaboration, and robust consumer education initiatives. These measures aim to bridge the gap between Islamic principles and modern financial practices, ensuring the sustainability and ethical integrity of Islamic banking in the global financial landscape.

Keywords: *Islamic banking, Shariah compliance, Riba prohibition, Ethical finance, Consumer awareness, Regulatory challenges.*

Correspondence Author:

Gulam Mustafa* *PhD Scholar, department of Fiqh and Sharia ,The Islamia University of Bahawlpur.*

AUTHORS

Gulam Mustafa*
PhD Scholar, department of Fiqh and Sharia ,The Islamia University of Bahawlpur:
mustafa.iis@must.edu.p

Dr. Abdul Ghaffar**
Lecturer, Department of Fiqh and Sharia, The Islamia University of Bahawlpur:
abdulghaffar@iub.edu.pk

Date of Submission: 27-10-2024
Acceptance: 12-11-2024
Publishing: 16-11-2024

Web: https://al-qudwah.com
OJS: https://al-qudwah.com/index.php/aqrj/user/register
e-mail: editor@al-qudwah.com

اسلامی بینکنگ نے دنیا بھر میں مالیاتی نظام کی تشکیل میں ایک نیا باب کھولا ہے، جہاں روایتی مالیاتی اصولوں کے ساتھ اسلامی شریعت کے اصولوں کی پابندی کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی بینکنگ کے نظام میں روایتی اسلامی اصولوں کی پابندی پر مختلف حلقوں کی جانب سے تنقید کی جا رہی ہے، جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ آیا یہ بینکنگ نظام واقعی اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کر رہا ہے یا پھر یہ صرف ایک ظاہری شکل اختیار کر چکا ہے۔

اہمیت:

یہ تحقیق اسلامی بینکنگ کے طریقہ کار اور اس کے اصولوں کے بارے میں گہرائی سے بصیرت فراہم کرتی ہے۔ یہ اس بات کا تجزیہ کرتی ہے کہ کس طرح اسلامی بینکنگ میں روایتی اسلامی اصولوں کی پابندی کے دعوے کا عملی اطلاق ہوتا ہے اور یہ نظام حقیقی اسلامی معیشت کے تقاضوں کے ساتھ کس حد تک ہم آہنگ ہے۔ مزید یہ کہ یہ تحقیق نہ صرف مالیاتی سکھی کے لیے بلکہ اسلامی معاشرتی اصولوں کی بنیاد پر معیشت کے ارتقاء کے لیے بھی اہمیت رکھتی ہے۔

ضرورت:

دنیا میں اسلامی بینکنگ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے باوجود، اس میں کئی پیچیدگیاں اور چیلنجز موجود ہیں۔ اس تحقیق کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوتی ہے کہ مختلف مالیاتی ادارے اسلامی اصولوں کی تعمیل کے دعوے کرتے ہیں، مگر بعض اوقات یہ تعمیل صرف لفظی ہوتی ہے۔ اس کا تجزیہ کر کے، ہم اسلامی بینکنگ کے حقیقی اثرات، فوائد اور نقصانات کو سمجھ سکتے ہیں، جو معاشرتی و اقتصادی ترقی کے لیے اہم ہیں۔

مفروضہ:

یہ تحقیق اس مفروضے پر مبنی ہے کہ اسلامی بینکنگ کے نظام میں روایتی اسلامی اصولوں کی پابندی میں متعدد چیلنجز موجود ہیں، جو اس کے حقیقی اسلامی کردار کو متاثر کر رہے ہیں۔ اس مفروضے کی تصدیق کے لیے مختلف اسلامی بینکوں کی کارروائیوں کا تجزیہ کیا جائے گا تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ آیا یہ بینک اسلامی تعلیمات کے اصولوں کی حقیقی معنوں میں پیروی کر رہے ہیں یا یہ صرف کاروباری مفادات کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تمویل و سودی نظام پر تنقید

اسلام نے حرام کے معاملے میں سخت احکامات دیے ہیں، لیکن اس نے انسانی زندگی کی ضروریات کو نظر انداز نہیں کیا اور انسانی کمزوری کا بھی پورا لحاظ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ ایک مسلمان شدید ضرورت کے پیش نظر اپنی جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت حرام چیز کھا لے۔ اللہ جل جلالہ نے مردار، خون، اور سور کے گوشت کی حرمت کا حکم دینے کے بعد فرمایا ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[1]

"جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ اس کا خواہشمند اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

یہ حکم دیگر چار سورتوں میں بھی آیا ہے جس کا مفہوم ایک ہی ہے۔

[1] البقرة:173

لیکن خیال رہے کہ ان آیات نے مضطر کے لیے غَیۡرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ کی قید لگائی ہے جس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حالت مجبوری میں حرام سے فائدہ اٹھانے والا حرام شئے کی لذت کا طالب نہ ہو اور نہ ہی فائدہ اٹھانے کے معاملہ میں حدِ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو اس شرط سے علماء نے ایک اصول اخذ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ضرورت اپنا دائرہ خود متعین کرتی ہے۔

انسان کو اگرچہ کسی مجبوری کے آگے جھکنا پڑتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح مجبوری کے حوالے کر دے اور اپنے نفس کی زِمام اس کے ہاتھ میں دھو بیٹھے، اسے لازماً حلال کی تلاش میں رہنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو چیز دفع ضرورت کے لیے وقتی طور پر جائز ہو گئی تھی اُسے سہل خیال کرتے ہوئے حلال کی تلاش اور جستجو ہی ختم کر بیٹھے۔

اسلام نے ضرورت کے موقعوں پر حرام کو مباح کر کے اپنے ماننے والوں کے لیے بڑی آسانی پیدا کر دی ہے اور اس سے اللہ جل جلالہ کے ارشاد کی تصدیق ہو جاتی ہے:

يُرِيد اللّه بِكُمْ الْيُسْر وَلَا يُرِيد بِكُمْ الْعُسْر[2]

اللہ جل جلالہ تمھارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا۔

مجبوری کا تعین

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ وہ کونسی مجبوری ہے جس کے لیے اسلام نے حرام کھانے تک کی اجازت دے دی ہے اس رخصت کو اسلام نے آزادانہ طور پر نہیں چھوڑا بلکہ اُسے متعین اور مقید کیا ہے چنانچہ جس مجبوری پر سب کا اتفاق ہے وہ کھانے کی ایسی مجبوری ہے کہ بھوک سے جان جا رہی ہو بعض علماء نے اس کی تحدید اس طرح کی ہے کہ مجبوری کی حالت میں ایک شب و روز گزر جائے اور سوائے حرام غذا کے کوئی چیز کھانے کے لیے نہ ملے ایسی صورت میں مجبور شخص حرام غذا اس حد تک کھا سکتا ہے کہ ہلاکت سے بچ جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ پیٹ بھر کھا لے اور ضرورت کے بقدر سفر کے لیے ساتھ لے لے یہاں تک کہ کوئی جائز چیز کھانے کے لیے مل جائے۔ اور غالباً اللہ جل جلالہ کے ارشاد ہے:﴿غَيْرَبَاغٍ وَلَا عَادٍ﴾ سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

بھوک کی مجبوری کا حقیقتاً مجبوری ہونا قرآن کی نص واضح ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[3]

"پس جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر بغیر گناہ کی طرف مائل ہوئے کوئی حرام چیز کھا لے تو بے شک اللہ جل جلالہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اگرچہ بعض علماء نے علاج معالجہ کے لیے بھی مجبوری کا اعتبار کیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ قرآن کے الفاظ (فِي مَخْمَصَةٍ) سے بھوک کی نص صریح واضح ہوتی ہے اور مزید وضاحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

(إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ)[4]

"اللہ جل جلالہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمھارے لیے شفاء نہیں رکھی۔"

---

[2]۔ البقرۃ:185

[3]۔ المائدہ:03

[4]، الكاساني - أبو بكر مسعود بن أحمد الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1406ھ/1986م، رقم الطبعة: الثانية جلد5، صفحه115

لیکن دوسرے گروہ نے علاج کی مجبوری کا لحاظ کیا ہے اور علاج کو غذا کی طرح ضروری قرار دیا ہے کیونکہ دونوں ہی چیزیں زندگی کے لیے ضروری ہیں اس گروہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی حالانکہ ریشم ممنوع ہے اور اس پر وعید آئی ہے:

لیکن علاج کے لیے بھی محرمات کی رخصت صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے کہ جب ان محرمات میں سے کسی چیز کو علاج کے لیے استعمال کرنا ناگزیر ہو پھر اُصولی طور پر ایسی ضرورت کو ہم احتیاطاً تسلیم کر لیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کوئی مسلمان کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں سے محرمات کے سوا کوئی دوسری چیز نہ مل سکے۔

سُود کی حرمت اور وبال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾[5]

"جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سُود (لینا) حالانکہ تجارت کو اللہ جل جلالہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس اللہ جل جلالہ کی نصیحت پہنچی اور وہ (سُود لینے سے) باز آگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اور (قیامت میں) اُس کا معاملہ اللہ جل جلالہ کے سپرد ہے۔ اور پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔"

بالصراحت سُود خور کو اللہ جل جلالہ نے جہنمی کہا اور وہ بھی دائمی جہنمی قیامت کے دن اُس کا حشر بھی اس حال میں ہو گا کہ وہ اپنی فہم و فراست کو کھو چکا ہو گا اور بالکل دیوانوں اور آسیب زدہ لوگوں کی سی حالت ہو گی، چونکہ دنیا میں اُسے مختلف سودی اسکیمیں تجویز کرنے اور سُود کے نت نئے پروگرام تشکیل دینے، نت نئے ناموں سے اُسے متعارف کرانے میں خاص ملکہ اور شہرہ حاصل تھا۔ اُس کی اسی لیاقت اور ذہانت کی بنیاد پر بڑے بڑے ادارے اُسے ڈائریکٹر آف فائنانس کی پوسٹ پر ہائر کرتے، آج اللہ جل جلالہ نے اُس سے وہ نعمت عظمٰی ہی چھین لی، عقلی گھوڑے دوڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے۔ تم ایک چیز دس روپے کی لیتے ہو اور پھر بارہ یا پندرہ روپے کی بیچتے ہو یہ بھی تو سود کی طرح ہے اگر یہ حلال ہے تو پھر ہم بھی کسی کو دس روپے دیتے ہیں پھر اُس پر بارہ روپے یا پندرہ روپے واپس لیتے ہیں تو یہ حرام کیسے ہوا؟

اللہ جل جلالہ نے اس کے جواب میں کوئی بحث نہیں فرمائی اور نہ ہی کوئی عقلی دلیل اُسے سمجھانے کے لیے دی بلکہ حلال اور حرام کے کلی اختیارات اپنے پاس رکھتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں کہا:

﴿وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[6]

"تجارت کو اللہ جل جلالہ نے حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔"

تجارت اور سُود ایک نہیں ہیں بلکہ دو متضاد چیزیں اور حیثیتیں ہیں چونکہ تجارت کو للہ جل جلالہ حلال قرار دیتا ہے۔ اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے ایک اُصولی بات یاد رکھنی چاہیے کہ جو نفع ہم تجارت کے طور پر حاصل کرتے ہیں وہ رقم کا معاوضہ نہیں ہے بلکہ وہ تاجر کی محنت کا معاوضہ

[5]۔ البقرۃ:275

[6]۔ البقرۃ:286

ہے اور جو نفع سُود کے طور پر لیا جاتا ہے وہ کسی محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ خالصتاً وہ اُس رقم کا منافع ہے جو سُود کے طور پر دی گئی ہے، لہٰذا یہ اُصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (لا يَدْخُلُ الجنَّةَ لحمٌ ودمٌ نُبِتَا عَلَى سُحتٍ النَّارُ أَوْلَى به)[7]۔"ایسا گوشت اور خون جنت میں داخل نہ ہوگا جو حرام سے پلا ہو اُس کے لیے دوزخ ہی صحیح حقدار ہے۔"ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ أبي هريرة، رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لا يُبالِي المَرْءُ بما أَخَذَ المالَ، أَمِنْ حَلالٍ أَمْ مِن حَرامٍ)[8]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا اُس کے جو مال حاصل کیا ہے وہ حرام ہے یا حلال۔"4۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بندہ جو حرام مال کمائے گا اگر اس کا صدقہ کرے گا تو قبول نہیں ہوگا اور اگر خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔اور اگر اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ کر مرجائے گا تو وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ بنے گا۔[9]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے کہا کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا وہ اپنی کمائی لا کر میرے باپ کو دیتا تھا اور آپ اس کی کمائی کھاتے تھے ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا میرے والد نے اس کو کھا لیا پھر اس غلام نے خود ہی پوچھا کہ آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟جو آپ نے کھائی ہے،تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلام سے دریافت فرمایا کہ تم ہی بتاؤ وہ کیا چیز تھی؟تو غلام نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کاہن بن کر ایک شخص کو غیب کی خبر بتائی تھی،حالانکہ میں کہانت کے فن کو نہیں جانتا تھا میں نے اس کو دھوکہ دے دیا تھا اب اُس نے مجھ سے ملاقات کی اور اسی کہانت کے معاوضہ میں اُس نے مجھے وہ چیز دی تھی جو آپ نے کھائی ہے یہ سن کر ابو بکر صدیق حلق میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا سب قے کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جو کسی کپڑے کو دس درہم میں خریدے اور اس میں ایک درہم بھی حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس آدمی کے بدن پر رہے گا اللہ جل جلالہ اس کی کسی نماز کو قبول نہیں فرمائے گا یہ کہہ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں میں ڈال کر یہ فرمایا کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو تو میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔[10]

بوجہ سُود چار قسم کے لوگوں پر لعنت

1۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ[11]

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، سود پر گواہ بننے والے اور (سُود کا حساب) لکھنے والے پر لعنت کی ہے۔"

2۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

---

[7] ۔ ابن حبان :كتاب الحظر والاباحة ج 12 ص 378

[8] ۔ بخاري كتاب البيوع باب قول الله﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا﴾ ج1 ص276

[9] ۔ مشكوٰة ج1ص 242

[10] ۔ مشكوٰة ج1ص 223

[11] ۔ الترمذي كتاب البيوع باب ماجاء في اكل الربا

(لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ)، وَقَالَ: (هُمْ سَوَاءٌ)[12]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود کھانے والے (لینے والے) پر، سُود کھلانے والے (دینے والے) پر اس کے لکھنے والے پر، اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (گناہ) میں وہ سب برابر ہیں۔"

یہ نہیں کہ سُود لینے دینے والے پر لعنت زیادہ ہے اور سود لکھنے والے، گواہی دینے والے کلرک، پر لعنت کم ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (هُمْ سَوَاءٌ) یہ سب برابر ہیں، جتنی لعنت سُود لینے دینے والے پر اتنی ہی لعنت سُود کو لکھنے والے کاتب پر اور اتنی ہی لعنت ان پر جو گواہ بنتے ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

کئی بڑے متقی اور پرہیز گار قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ جی ہم نہ سُود لیتے کا ہے، یہ بڑے سادہ اور معصومانہ انداز سے کہہ دیتے ہیں کہ جی میں تو نہ سُود لیتا ہوں اور نہ سُود دیتا ہوں میرا تو کرنٹ اکاؤنٹ ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ ایک آدمی کسی کو قتل کرنے کے لیے جا رہا ہے، راستے میں کوئی آدمی اس کو بندوق پکڑا دیتا ہے کہ یہ بندوق لے جاؤ تو وہ اس بندوق سے اس کو قتل کر دیتا ہے تو یہ بندوق پکڑانے والا اگر یہ کہے کہ جی میں نے تو قتل نہیں کیا صرف اس کو بندوق پکڑائی ہے تو کیا یہ مجرم بنے گا یا نہیں بنے گا؟ ہاں یہ بھی مجرم بنے گا، یہ کرنٹ اکاؤنٹ والے بھی بینک والوں کو بندوق پکڑاتے ہیں کہ اس بندوق کے ساتھ لوگوں کا خون بہاؤ، خون پسینے کی کمائی ان سے بٹورو اتنا معاون تو سیونگ اکاؤنٹ والا بھی نہیں، جتنا معاون کرنٹ اکاؤنٹ والا ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے سیونگ اکاؤنٹ والا جو سُود وصول کرتا ہے یہ اس کا جرم ہے، لیکن تعاون کے اعتبار سے اس کا تعاون کرنٹ اکاؤنٹ والے کے تعاون کی نسبت کم ہے کیونکہ سیونگ میں عموماً بڑے اکاؤنٹ نہیں رکھوائے جاتے، وہ اکاؤنٹ عموماً بیواؤں، یتیموں اور ریٹائرڈ حضرات کے کام آتے ہیں، کاروباری طبقہ، ہمیشہ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانا پسند کرتا ہے اور ہو بڑا اکاؤنٹ ہوتا ہے، اس اعتبار سے کرنٹ اکاؤنٹ والے زیادہ معاون ہوئے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُودی لین دین کی تحریر لکھنے والے اور اس کاروبار پر گواہی دینے والے پر لعنت بھیجی ہے اس پر ذرا غور فرمائیں ان پر لعنت کیوں ہے جبکہ نہ انہوں نے سُود لیا ہے اور نہ سُود دیا ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ کے چکر میں اچھے بھلے لوگ مبتلا ہیں۔ دینی ادارے، مساجد اور دینی تنظیمیں ان کے منتظمین ارباب حل وعقد کروڑوں، کھربوں روپیہ جمع کرتے ہیں جن میں زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کی رقم بھی شامل ہوتی ہے جو تعاون کی بہت بڑی شکل ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہیں ہوگا کہ کرنٹ اکاؤنٹ والوں کے بل بوتے پر ہی سارے بینک چل رہے ہیں اس کاروبار کو زیادہ فروغ دینے والے یہی لوگ ہیں کیونکہ دوسرے تو کچھ لے بھی جاتے ہیں یہ تو ان سے کچھ لیتے بھی نہیں ہیں سارا پیسہ ان کو جمع کرواتے ہیں اس لیے یہ مساجد کے منتظمین، دینی اداروں کے منتظمین اور دینی جماعتوں کے ارباب حل وعقد اس مسئلہ پر بھی ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ ہم کہیں مجرم تو نہیں بن رہے۔

پھر یہ عذر بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ہم سرمائے کی حفاظت کیسے کریں؟ یہ تو حفاظت کا مسئلہ ہے گھر میں رکھیں تو چور ڈاکو آجائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ کیا چور اور ڈاکو صرف روپے پر ہی آتے ہیں؟ گھر کا دوسرا سامان نہیں لے جاتے؟ بسا اوقات انسان کو جان کا بھی خطرہ ہوتا ہے، گھر میں داخل ہو کر وہ قتل کر کے چلے جاتے ہیں، آپ روزانہ خبریں پڑھتے ہی رہتے ہیں کہ فلاں گھر کے اتنے افراد کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اور مال بھی لے گئے ہیں اب تو جان کا، عزت آبرو کا بھی گھروں میں خطرہ ہے، تو پھر کیا وہ سارے بینک میں جا کر بیٹھ جائیں؟ اور جن لوگوں نے گائیں بھینسیں رکھی ہوئی ہیں۔ بسا اوقات چور وہ بھی بھگا کر لے جاتے ہیں تو پھر بھینسیں بھی بینک میں جا کر باندھیں؟ کیونکہ ہمیں ان کے بھی چوری ہو جانے کا ڈر ہے۔

[12] ۔ صحیح مسلم کتاب المساقاة باب لَعَنَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ:1598

﴿وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ﴾[13]

"اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ جل جلالہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ جل جلالہ کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دوچند کرنے والے ہیں۔"

سُودی نظام ہمارے ملک میں بھی چل رہا ہے۔ سود کی نئی نئی قسمیں نکلتی ہیں، اخبارات میں آپ پڑھتے ہیں کہ راتوں رات لاکھ پتی، کروڑ پتی، ارب پتی بنئے، یہ سب سود کی اسکیمیں ہیں لیکن اس کے باوجود معیشت اور اقتصادیات کا دیوالیہ نکل رہا ہے، سبھی پریشان ہیں کہ کیا بنے گا؟

کچھ لوگ سود دیتے ہیں اور کچھ لوگ لیتے ہیں دینے والے آہستہ آہستہ بالکل کنگال ہو جاتے ہیں، معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔ سود خوروں نے تو محنت کرنی نہیں ہوتی وہ پیسہ اکٹھا کرتے جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ملک کی معیشت تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے، زکوٰۃ دینے سے ان کا اپنا مال بھی بڑھتا ہے جن کے پاس جاتا ہے ان کی معاشی حالت بھی بہتر بنتی ہے ان کا مال تقسیم ہوتا رہتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ امیر تو امیر تر بنتا جائے اور جو غریب ہو وہ غریب تر ہوتا جائے بلکہ امیروں کا مال بھی غریبوں تک پہنچتا رہتا ہے پھر اللہ جل جلالہ نے وراثت کا قانون رکھ دیا ہے اس کی جتنی جائیداد ہے وہ اس کے ورثاء میں تقسیم ہو گی، مال اس طرح تقسیم ہوتا رہے گا، بقدر ضرورت سب کے پاس پہنچ جائے گا جبکہ سُودی اور سرمایہ دارانہ نظام میں یہ چیز نہیں ہے۔

سُود یہود و نصاریٰ کا تباہ کن ہتھیار

استعماری قُوتوں اور حکومتوں نئے مسلمان ممالک اور مسلمان علاقوں میں سودی فوائد پر مشتمل بینکاری کا ایسا نظام منتقل کر دیا ہے جو چاروں اطراف پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ اسلامی اور عرب ممالک کی شہری منڈیوں نے ان سودی فوائد کو وقت اور حالات کا تقاضا سمجھ کر طوعاً و کرھاً قبول کرنا شروع کر دیا دیکھتے ہی دیکھتے مختلف جامعات اور مصر وغیرہ سے مختلف علماء کرام کی جانب سے جاری ہونے والے فتاویٰ جات بھی مختلف بینکوں میں موجود مینیجنگ ڈائریکٹر کے دفتروں کی زینت بننے لگے۔

یہ سُودی نظام اتنا عام ہوا کہ اسی کے ساتھ کاروبار منسلک کر دیئے گئے جو بہت ہی تھوڑے عرصے میں سب کو مرغوب ہو گئے (الا ماشاء اللہ) مسلمانوں کو ان نظاموں اور طریقوں میں جکڑ لیا گیا، سودی بینکوں کے بوجھ تلے دب کر اپنی معیشت کو تباہی کے گڑھے پر لا کھڑا کیا جس سے چھٹکارا پانا اب ممکن نظر نہیں آتا۔

البتہ اجتماعی خرابی کی اصلاح بھی اجتماعی شکل میں ممکن ہو سکے گی کسی کی انفرادی کوشش اس ضمن میں بالکل بے سود ہو گی البتہ علماء حق، قائدین، مفکرین اور دانشمند حضرات اگر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے اُمت کی اقتصادیات کو ان سودی نظاموں سے نجات دلانے اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں بینکوں اور مصارف کی منڈیوں کو سود سے پاک کرنے کی مشترکہ اور مخلصانہ کوشش کریں تو اسے یقیناً نصرت الٰہی سے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

سُود کی پہلی قسم ربا النسیٔہ

اسے رباء الجاہلیۃ، رباء القرآن اور رباء القرض بھی کہا جاتا ہے، جاہلیۃ اس مناسبت سے کہ یہ اسلام سے قبل دور جاہلیت میں متعارف اور مروّج تھا اور ربا القرآن اس مناسبت سے کہ اس کی حرمت قرآن نے بیان کی ہے اور رباء القرض اس اعتبار سے کہ یہ دیئے گئے قرض پر لگایا جاتا ہے۔

---

[13] ۔ الروم:39

لغوی مفہوم

وَهُوَ مِنْ الْمَالِ: الَّذِيْ لَا يرْجى رُجُوعُه؛ مِثْلُ القِمَارِ. قيل: هو النَسِيْئه[14]

"صاحب محیط فی اللغہ نے النسئیہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ جوئے کی مانند ایسا مال ہے جس کی واپسی کی اُمید نہ ہو (اُسی کو نسئیہ کہا جاتا ہے)۔"

2۔ القاموس: میں نسئیہ کو نقد کی ضد کہا گیا ہے۔[15]

3۔ اس میں چونکہ اضافی رقم مدّت یا مہلت ک عوض میں لی یا دی جاتی ہے، اس لیے ایسے سُود کو شرعی اصطلاح میں ربا النسئیہ کہا جاتا ہے یعنی ایسا سُود جو مدّت یا اُدھار کی وجہ سے لگایا جاتا ہے۔

4۔ ربا النسیئہ سے یہ مراد بھی ہے ایک جیسی دو متبادل چیزوں میں سے کسی ایک کا مقررہ مدت کے بعد زیادہ معاوضہ لینا۔

یعنی جب فریقین بیع کے وقت بائع (Seller) اور مشتری (Purchaser) مبیعہ (Subject matter) اور قیمت پر قبضہ نہ کریں تو یہ ربا النسیئہ ہے۔ مبیعہ (Subject matter) سے مراد وہ چیز جس کا سودا ہوا ہے (Soled goods) یعنی فروخت کنندہ، قیمت پر قبضہ حاصل کرلے اور خرید کنندہ خریدی گئی چیز پر قبضہ حاصل کرلے تو یہ جائز ورنہ یہ بیع ربا النیئہ کے زُمرے میں داخل ہوگی کیونکہ غیر موجود کے بدلے میں موجود کو بیچنا منع ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں (ومسلم في كتاب المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا) کے حوالے سے حدیث گزر چکی ہے اور صحیح بخاری کی ایک اور حدیث سے بھی اس مسئلے کی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ والتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ))[16]

"سونا سونے کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، گندم گندم کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، کھجور کھجور کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں اور جو جو کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں۔"

ایک اور روایت جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مؤطا میں لائے ہیں:

"الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ رِبًا ، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا ، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا ، إِلَّا هَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا ، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ،"[17]

" سونا چاندی کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، گندم گندم کے بدل سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں، کھجور کھجور کے بدلے سُود ہے مگ ہاتھوں ہاتھ نہیں اور جو جو کے بدلے سُود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ نہیں۔"

(ھاءَ وَھاءَ) کا مطلب ہے کہ ایک ہاتھ سے دے ایک ہاتھ سے لے (نقد سُودا ہو)۔

"فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ."[18]

"جب جنسیں مختلف ہوں اور سودا نقد و نقد ہو تو پھر جیسے چاہو بیچو۔"

---

[14] ۔ المحيط في اللغه باب:ضفن ج 2 ص199

[15] ۔ القاموس ج1 ص326

[16] ۔ صحيح البخاري كتاب البيوع باب مايذكر في بيع الطعام والحكرة:2134 وصحيح مسلم كتاب المساقاة باب الصرف وبيع الذهب :1586

[17] مؤطا امام مالك رحمة الله عليه كتاب المساقاة باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا ج4 ص 339

[18] ۔ صحيح مسلم كتاب المساقاة باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا:1587

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ جب دو عوض جنس کے اعتبار سے الگ الگ ہوں اور علّت کے اعتبار سے دونوں اکٹھے ہو جائیں تو اس وقت صرف ربا النسیئۃ ہی واقع ہوتا ہے۔جیسے سونے کا چاندی کے ساتھ اور گندم کا جو کے ساتھ سودا کرتے وقت اسی مجلس میں بائع(Seller)اور مشتری(Purchaser)کا مبیعہ اور قیمت کو قبضے میں نہ کرنا۔

سُود کی دوسری قسم رباء الفضل

رباء الفضل کو رباء النقد، رباء البیع یا رباء الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔

1۔ رباء الفضل:

جب ایک ہی جنس کا سودا اُسی طرح کی جنس کے ساتھ کیا جائے اور ایک چیز مقدار میں کم ہو اور دوسری زیادہ ہو، چاہے وہ معدنیات ہوں یا اجناس اسے رباء الفضل کہا جاتا ہے۔

البتہ ایک ہی جنس کا سودا اُسی طرح کی جنس کے ساتھ برابر مقدار میں اور نقد و نقد کیا جائے لیکن ایک چیز نقد اور دوسری اُدھار ہو تب بھی سُود ہے لیکن اسے رباء النسیئۃ "کہا جاتا ہے۔

رباء الفضل: یہ سُود کی ایسی قسم ہے جسے صرف اسلام ہی نے متعارف کرایا ہے اسلام سے قبل بھی یہ طریقہ کا رائج تھا اور تاحال معاشرے میں مروج ہے اور بظاہر اسے کوئی بھی سُود یا ناجائز تصور نہیں کرتا لیکن اسلام نے اسے سُود اور حرام قرار دیا ہے یہ کچھ اس طرح سے ہے:

مثلاً: زید کے پاس ناقص قسم کے چاول ہیں اور بکر کے پاس اعلیٰ قسم کے چاول ہیں اب یہ دونوں باہم تبادلہ کرنا چاہتے ہیں، تبادے کی ضرورت اس لیے پیش آرہی ہے کہ زید کو بریانی کے لیے اعلیٰ قسم کا چاول درکار ہیں جو اُس کے پاس نہیں بلکہ بکر کے پاس ہیں اور بکر کو کھچڑی کے لیے ناقص قسم کے چاول درکار ہیں جو اُس کے پاس نہیں بلکہ زید کے پاس ہیں اب تبادلہ اس طرح ہوتا ہے کہ زید کے چاول چونکہ ناقص درجے کے ہیں، لہٰذا وہ پانچ کلو دے گا تو بکر اپنے اعلیٰ قسم کے چاول بدلے میں دو یا تین کلو دے گا۔

اسلام نے اسے سُود قرار دیا ہے جس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

اگر ایک ہی جنس کے لین دین میں اُدھار اور مقدار میں کمی بیشی کو جائز رکھا جائے تو اس میں لین دین کی بیسیوں شکلیں نکل سکتی ہیں لیکن ان تمام شکلوں میں کسی نہ کسی طرح سود کا عنصر بھی شامل ہوتا جبکہ قربان جایئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا جامع ارشاد فرمایا: جس میں رباء الفضل اور رباء النسیئۃ کی ممانعت بھی آگئی اور جائز شکل بھی بتادی اور اُمت کو ایک ایسا فارمولا دے دیا جس پر باقی تمام اجناس اور معدنیات اور پھل وغیرہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع اور مانع ارشاد ہے:

((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبَي الآخِذُوَالْمُعْطِي فِيهِ سَوَاءٌ)) [19]

"سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جَو جَو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے ایک دوسرے کے برابر اور دست بدست ہوں، پھر اگر کوئی زیادہ دے یا زیادہ لے تو اس نے سُود لیا اور دیا، لینے اور دینے والے دونوں اس (گناہ) میں برابر (کے شریک) ہونگے۔"

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

((لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ ، وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ ، إِلَّا وَزْناً بِوَزْنٍ مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءً)) [20]

[19] ۔ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الصراف وبیع الذهب بالورق نقدا

"سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں نہ بیچو مگر وزن اور قسم میں برابر اور ایک جیسے ہوں (یعنی دونوں کا قیراط بالکل ایک جیسا ہو) اور بالکل برابر، برابر ہوں۔"

کچھ لوگ اس میں غلطی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو چھ چیزوں کا ذکر ہے یہ پابندی صرف انہیں چھ چیزوں کے لیے ہے یہ غلط ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بطور ایک رہنما اُصول کے کہی ہے اس اُصول کو سامنے رکھ کر باقی تمام چیزوں کو پرکھا جائے گا۔

چھ چیزیں بطور ماڈل

الذَّهَبُ والْفِضَّةِ: یعنی سونا اور چاندی تو زر مبادلہ اور معدنیات کے حکم میں ہونگی۔

الْبُرِّ وَالشَّعِيرُ: گندم اور جو کا اطلاق تمام اجناس (Grains) پر ہوگا۔

التَّمْرُ: یعنی کھجور اور بخاری شریف کی ایک روایت میں "زبیب" (کشمش) کا ذکر بھی آیا ہے ان کا اطلاق تمام پھلوں (Fruits) پر ہوگا۔

الْمِلْحِ: یعنی نمک کا اطلاق قوۃ (Foods) سے متعلق تمام اشیاء جیسے مرچ مصالحے، ہلدی اور سرکہ وغیرہ۔

اس حدیث میں چھ چیزیں شمار کی گئی ہیں جو باقی تمام چیزوں کی اساس ہیں اور باقی تمام چیزیں انہیں چھ میں سے کسی نہ کسی پر محمول ہونگی ان تمام اشیاء کے باہمی تبادلے کے وقت درج ذیل دو باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اگر تبادلہ ہم جنس میں ہے تو برابری اور نقد کی بنیاد پر ہوگا یعنی دست بدست ہوگا اور مقداریں دونوں کیبرابر ہوں گی تو درست ہے ورنہ بیع درست نہ ہوگی اس حدیث میں (مِثْلًا بِمِثْلٍ) سے رباء الفضل کی نفی کردی گئی اور (یَدًا بِیَدٍ) سے رباء النسیئہ کا دروازہ بند کردیا گیا ہے۔

اس ضمن میں مزید یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر جنسیں باہم بدل لی جائیں مثلاً چاول کا تبادلہ گندم سے اور جَو کا تبادلہ نمک سے اور کھجور کا تبادلہ کشمش سے (مِثْلًا بِمِثْلٍ) والی شرط ختم ہوجائے گی یعنی پھر وزن اور مقدار میں کمی بڑھتی ہو سکتی ہے مثلاً تین کلو گندم کا تبادلہ دو کلو چاول سے کریں یا دس کلو نمک کا تبادلہ چار کلو جو سے کریں درست ہے البتہ (یَدًا بِیَدٍ) یعنی نقد و نقد والی شرط برقرار رہے گی۔

آج کل مارکیٹوں میں یہ طریقہ کثرت سے رائج ہو گیا ہے:

1۔ مثلاً دو لاکھ روپے نقد دے کر کوئی سودا خریدا پھر وہی سودا اُسی شخص یا دوسری کسی پارٹی کو قسطوں پر ڈھائی لاکھ میں فروخت کر دیا جاتا ہے۔

2۔ ایک رکشہ ڈرائیور کو رقم کی ضرورت ہے وہ اپنے رکشہ کا ایک حصہ دوسرے کو 30000 ہزار میں فروخت کرتا ہے اور رقم وصول کرلیتا ہے پھر دوبارہ اسی وقت اس سے یہ حصہ 40000 ہزار میں قسطوں میں خرید لیتا ہے اس طرح وہ تیس ہزار روپے اور گاڑی لے کر چلا جاتا ہے، شرعاً یہ خرید و فروخت نہیں ہے بلکہ سُود دینے اور لینے کا ایک حیلہ ہے، لہٰذا ناجائز اور حرام ہے اور تیس ہزار پر دس ہزار جو نفع کے نام سے سُود دینے کا معاہدہ ہوا اس کا بھی لینا اور دینا دونوں حرام ہیں دوسرے شخص کے لیے اس کا استعمال بھی حرام ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں مالیاتی اصول

اسلامی مالیاتی نظام قرآن وسنت کے اصولوں پر مبنی ہے، جو کہ اسلامی فقہ کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی مالیاتی اصولوں کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے، تاکہ ان اصولوں کی مذہبی واخلاقی بنیادوں کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔

[20] ۔ صحیح مسلم كتاب المساقاة باب الربا:1586

1. سود (ربا) کی ممانعت

سود (ربا) کی ممانعت اسلامی مالیاتی اصولوں کی بنیاد ہے، جو قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے:

"اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔"[21]

"جنہوں نے سود کھایا، وہ نہیں اٹھیں گے مگر جیسے کوئی جنون کی حالت میں اُٹھتا ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔"[22]

یہ آیات سود کی حرام ہونے اور اس کے معاشرتی نقصانات کو بیان کرتی ہیں۔ قرآن مجید سود کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ یہ اقتصادی عدم توازن، معاشرتی ناہمواری، اور فرد کی مالی مشکلات میں اضافہ کرتا ہے۔

پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سود کی ممانعت کی تصدیق کی ہے:

"جب تم میں سے کوئی سود کا معاملہ کرے تو وہ اسے کھول کر بیان کر دے، ورنہ وہ سود ہے، اور اللہ اس سود کو مٹادے گا۔"[23]

سنت میں سود کی ممانعت اور اس کے خلاف کھلے طور پر احتجاج کرنے کا حکم ہے، تاکہ اسلامی معاشرت میں مالی انصاف قائم رہے۔

2. منافع و نقصان کی شراکت

اسلامی مالیاتی نظام میں منافع و نقصان کی شراکت داری کو فروغ دیا گیا ہے:

"اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، اور نہ حکومتی کاموں میں لوگوں کو دھوکہ دو۔"[24]

یہ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ مالیاتی لین دین میں شفافیت اور انصاف قائم ہونا چاہئے، اور اس میں دونوں فریقین کو منافع اور نقصان کی شراکت داری کا اصول اپنانا چاہیے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منافع و نقصان کی شراکت داری کی اہمیت کو بیان کیا ہے:

"تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"[25]

یہ حدیث اسلامی مالیاتی معاہدات میں شراکت داری کے اصولوں پر عمل کرنے کی تعلیم دیتی ہے، جو کہ منافع و نقصان کی مشترکہ ذمہ داری کو فروغ دیتی ہے۔

3۔ غیر یقینی (غارر) اور قیاس کی ممانعت

غیر یقینی اور مبہم معاہدات کی ممانعت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے:

"اور ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، اور نہ لوگوں کو دھوکہ دو، اور نہ ان کے مال کو حاکموں کے پاس لے جاؤ تاکہ لوگوں کے کچھ مال کو گناہ کے ذریعے کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔"[26]

---

[21] ۔ البقرہ 2:276

[22] ۔ البقرہ 2:275

[23] ۔ مسند احمد، حدیث 1939

[24] ۔ البقرہ 2:188

[25] ۔ صحیح بخاری، حدیث 13

[26] ۔ البقرہ 2:188

یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ مالیاتی معاہدات میں غیر یقینی یا مبہم شرائط کی ممانعت ہے، اور ہر معاہدہ شفافیت کے اصولوں پر ہونا چاہیے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غارر (غیر یقینی) سے بچنے کا حکم دیا ہے:

"جو شخص تجارت میں دھوکہ دیتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"[27]

یہ حدیث اسلامی مالیاتی نظام میں وضاحت اور شفافیت کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔

4. حلال (جائز) اور حرام (ناجائز) کی تفریق

اسلامی مالیاتی اصولوں میں حلال و حرام کی تفریق بنیادی اصول ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہ سمجھو، اور نہ اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرو۔"[28]

اسلامی بینکاری، اسلامی شریعت کے اصولوں پر مبنی مالیاتی خدمات فراہم کرنے کا نظام ہے جو سود (ربا)، گناہ اور فراڈ سے پاک ہو اور منصفانہ اقتصادی اصولوں پر عمل پیرا ہو۔ اس کا مقصد معیشت میں عدل و انصاف قائم کرنا، مالی استحکام کو فروغ دینا اور اسلامی معاشرتی اصولوں کے مطابق مالیاتی خدمات فراہم کرنا ہے۔

اسلامی بینکاری کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

"اسلامی بینکاری ایک مالیاتی نظام ہے جو قرآن اور سنت کی تعلیمات پر مبنی ہے، جس میں سود، دھوکہ، اور غیر یقینی (غَرَر) سے پرہیز کرتے ہوئے، اسلامی مالیاتی معاہدات جیسے مضاربہ، مرابحہ، اور شراکت داری کے اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔"

اسلامی اور روایتی بینکاری میں فرق

اسلامی اور روایتی بینکاری کے درمیان کئی اہم فرق ہیں جو ان کے اصولوں، مقاصد، اور طریقہ کار میں نمایاں ہیں۔ یہاں ان فرقوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

1. سود (ربا) کی ممانعت

اسلامی بینکاری: اسلامی بینکاری میں سود (ربا) کی سخت ممانعت ہے۔ مالیاتی لین دین سود کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ اسلامی مالیاتی اصولوں کے مطابق شراکت داری، مضاربہ، اور مرابحہ جیسے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔

"اللہ نے سود کو حرام کیا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے..."[29]

اسلامی بینکاری میں سود کی جگہ منافع کی بنیاد پر سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ اس میں شراکت داری، مضاربہ، اور مرابحہ جیسے طریقے استعمال ہوتے ہیں جن میں سرمایہ کار اور بینک مشترکہ خطرات اور منافع میں شریک ہوتے ہیں۔

روایتی بینکاری: روایتی بینکاری سود کی بنیاد پر کام کرتی ہے۔ بینک قرضے دیتے ہیں اور سود وصول کرتے ہیں، جو کہ بینک کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے۔ روایتی بینکاری میں قرض دینے کے بدلے سود وصول کیا جاتا ہے اور اس سود کی شرح مارکیٹ کی بنیاد پر طے کی جاتی ہے۔

---

[27]۔ صحیح مسلم، حدیث 102

[28]۔ المائدہ 5:87

[29]۔ سورۃ البقرۃ 2:275

2.مالیاتی معاہدات

اسلامی بینکاری: اسلامی بینکاری میں تمام مالیاتی معاہدات شریعت کے اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں، جیسے مضاربہ (مشترکہ سرمایہ کاری)، مرابحہ (خرید وفروخت) اور اجارہ (کرایہ)۔

مضاربہ: ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا فریق کاروبار چلاتا ہے۔ منافع دونوں میں طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے، جبکہ نقصان صرف سرمایہ دار کے ذمے ہوتا ہے۔

مرابحہ: بینک کسی چیز کو خرید کر گاہک کو اس پر منافع کے ساتھ فروخت کرتا ہے۔

روایتی بینکاری: روایتی بینکاری میں قرضے، قرضے کی واپسی اور سود کے معاہدات شامل ہوتے ہیں جن میں بینک قرض کی رقم پر سود وصول کرتا ہے۔

قرضہ: قرضہ دینے کے بدلے سود وصول کیا جاتا ہے اور قرض کی واپسی کی مدت طے کی جاتی ہے۔

3.خطرات اور منافع کی تقسیم

اسلامی بینکاری: اسلامی بینکاری میں خطرات اور منافع کی تقسیم شراکت داری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ دونوں فریق خطرات اور منافع میں شریک ہوتے ہیں۔

خطرات کی تقسیم: اسلامی بینکاری میں سرمایہ کار اور بینک دونوں مالیاتی منصوبے میں شریک ہوتے ہیں، اور ان کے درمیان خطرات اور منافع کی تقسیم طے شدہ اصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔

روایتی بینکاری: روایتی بینکاری میں قرض دہندہ (بینک) کو قرض کی واپسی کے ساتھ سود ملتا ہے، اور اس میں قرض دہندہ کے لیے کوئی مالی خطرہ شامل نہیں ہوتا۔

سود کی واپسی: قرض دہندہ قرض کے بدلے سود وصول کرتا ہے اور اس سود کی شرح پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے۔

4.معاشرتی اور اخلاقی اصول

اسلامی بینکاری: اسلامی بینکاری میں معاشرتی اور اخلاقی اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے، جیسے زکوۃ، صدقات، اور دیگر خیرات۔

اخلاقیات: اسلامی بینکاری میں مالیاتی خدمات فراہم کرتے وقت اخلاقیات، شفافیت، اور عدل وانصاف پر زور دیا جاتا ہے۔

خلاصہ:

یہ تحقیق اسلامی بینکنگ کے نظام میں روایتی اسلامی اصولوں کی پابندی پر تنقید کا جائزہ لیتی ہے۔ اسلامی بینکنگ نے مالیاتی اداروں میں ایک نئی سمت فراہم کی ہے، مگر اس نظام کی اصل حیثیت پر سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ تحقیق میں مختلف اسلامی بینکوں کی کارروائیوں، ان کے اصولوں کی تعمیل، اور معاشرتی اثرات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس دوران، روایتی اسلامی اصولوں کی پابندی میں پیش آنے والی رکاوٹوں، جیسے کہ تجارتی مفادات، معیاری تشریح کی کمی، اور شریعت کی تفہیم میں مختلف آراء کو بھی مدنظر رکھا گیا۔ نتیجتاً، یہ واضح ہوا کہ اگرچہ اسلامی بینکنگ کے نظام نے کئی مالی فوائد فراہم کیے ہیں، مگر اس کے حقیقی اسلامی کردار کو برقرار رکھنے میں چیلنجز موجود ہیں۔

نتائج:

1. **روایتی اصولوں کی تعمیل :** اسلامی بینکنگ کے ادارے عمومی طور پر روایتی اسلامی اصولوں کی تعمیل کے دعوے کرتے ہیں، مگر ان کے عملی اقدامات میں عدم ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ بہت سی صورتوں میں، بینک کاروباری مفادات کی خاطر اصولوں کی تشریح میں لچک دکھاتے ہیں۔

2. **رکاوٹیں اور چیلنجز :** اسلامی بینکنگ میں روایتی اسلامی اصولوں کی پابندی میں متعدد عوامل جیسے کمزور ریگولیٹری فریم ورک، مالی مفادات، اور شریعت کی تشریح میں عدم اتفاق شامل ہیں۔ ان عوامل کی بنا پر بینکنگ کے نظام میں شفافیت اور اعتماد میں کمی واقع ہوتی ہے۔

3. **مالی اور سماجی اثرات :** اسلامی بینکنگ کے نظام نے مالی استحکام اور اقتصادی ترقی میں مثبت کردار ادا کیا ہے، مگر اس کی سچائی اور اثرات کی حقیقی جانچ ضروری ہے۔ اسلامی بینکوں کی جانب سے فراہم کردہ خدمات اگر اسلامی اصولوں کی عکاسی نہ کریں، تو یہ سماجی سطح پر بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

تحسین اور تجاویز : تحقیق کے نتائج سے یہ بات سامنے آئی کہ اسلامی بینکنگ کے نظام میں بہتری کے لیے روایتی اسلامی اصولوں کی حقیقی معنوں میں پیروی کو فروغ دینا ضروری ہے۔ اس کے لیے بینکوں کو شریعت کی صحیح تفہیم، مناسب ریگولیٹری اقدامات، اور شفافیت کے اصولوں کو اپنا کر اصلاحات کی ضرورت ہے۔